

منظرہ وکلام

۱۸۸

حسین آباد - لکھنؤ

امامیہ شین لکھنؤ کا سالانہ مسلمانانہ



مطبوعہ سر از قومی پریس کورپوریشن لکھنؤ

مضموطہ اک

تقریب ۲۵۲

قیمت

يَا قَوْمَنَا اجْبِئُوا عِزَّ الدِّينِ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی۔ سلام علیکم

امامیہ مشن کی دینی تبلیغی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جب تک کہ ہر ہر فرد قوم کو بڑی قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کے ساتھ آگے نہیں بڑھایا جاسکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیاں امیر المومنین کثیر تقوا میں اس تبلیغی ادارہ کے ممبرین کو ہماری تقویت کر دین چند سالانہ کم سے ایک دہائیہ ہو اور جو مومنین اس سے زیادہ محنت فرما دین وہ ان کی توفیق پر منحصر ہے اور ممبران کیلئے یہ رعایت ہوگی کہ ممبر بننے کے بعد جو رسالے شائع ہونگے وہ ان کو نصف قیمت پر دئے جائیں گے،

فارس ممبری سے طلب شدہ ایسے اور خود بھی ممبر بنے اور دیگر مومنین کو بھی ممبر بنا کر عند اللہ وعند الرسول ماجور ہو جائیں۔

خادم ملت
سید ابن حسین عفی عنہ
آزری سکریٹری امامیہ مشن
حسین آباد۔ لکھنؤ

حسن احوال

(مصنفہ)

عالمینا سید العلماء مولانا مولوی سید علی نقی صاحب

مختصر مدظلہ

امیہ شرن کی ساتویں ہفت

حضرات۔ امیہ شرن کو قائم ہونے بہت کم عرصہ گزرا ہے جو چند مہینوں
نے یاد نہیں لیکن اتنے ہی قلیل عرصہ میں اُسکے بہت سی خدمات اُس کا
کافی تعارف کرا چکے ہیں۔

اس مشن نے اس عرصہ میں چھپقل سالے شایع کر نیکے علاوہ ایک ایک
رسالہ کے دو دو اور تین تین ادیشن بھی شایع کئے جو اسکے خدمات قومی
کی مقبولیت کا نتیجہ ہیں۔

امیہ شرن کی ساتویں خدمت جو چین کے نام کو اپنا نامہ بنائے ہوئے
اسکے سامنے آ رہی ہے خدا سے عاجز کہ وہ اسکو بھی قبول فرمائے اور جس مقصد
کیلئے اسکی شاعت کی جا رہی ہے وہ پانچویں میل کو پہنچے وہ اسلام

خادم ملت۔ سید ابن حسین عفی عنہ
آنریری سکریٹری امیہ شرن۔ لکھنؤ

۷۲۵

۱۹۶۸

۷۲۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین والصلاة علی سید
المسلسین والہدای طاہرین

حسین اور اسلام

حسین تاریخی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہیں، انکی شخصیت کا وہ
عظیم کارنامہ کر درون افراد کے عقیدت کو خم کئے ہوئے ہیں، تم نے
مکن ہو کر انکے عظیم کارنامہ زندگی کے مطالعہ اور انکے حیرت انگیز شہادت
قدم اور استقلال و تدبیر کو بھرے ہوئے بمبیاں قدم اور قربانی کے
حالات پر اطلاع حاصل کر لیا موقع نہ پایا ہو لیکن کم سے کم تم نے حسین کا نام
ضرور سنا ہوگا اور اتنا جانتے ہوگے کہ وہی بڑے تاریخی واقعہ کے ہیرو ہیں
مکن ہو یہ خیال بھی تمہارے دل میں کبھی آتا ہو کہ حسین کون تھے اور

آخر اس قعر کے خصوصیت کیا ہیں جو اس بڑے انسان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اچھا تو پھر آؤ اور صبر و سکون کے چند لمحے مجھ کو غارت دے دو۔
 میں تم کو حسینؑ اور ان کے مشن سے جس کے سلسلہ میں انھوں نے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں دریغ نہیں کیا مختصر لفظوں میں شناسا کروں جس سے تم کو حسینؑ اور ان کے اقدامات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے۔

حسینؑ کیوں تھے؟

حسینؑ کیسے اسلام کا روحانی تعلق

پچیسویں صدی عیسوی میں جبکہ دنیا تاریخی کے عظیم دور سے گزر رہی تھی اور نسائی تہذیب کی کشتی تفرقہ اور فساد کے طوفان میں اٹاؤل تھی جزیرہ نما عرب سے اسلام کا افواج طالع ہوا سبکی بتائی کہ نہیں اگرچہ جائزے مرکزی مقام مکہ معظمہ سے ظاہر ہوئی تھیں لیکن ہر قسم سے

اسکی روشنی مشرق و مغرب عالم پر چھا گئی اور دنیا کو روشن کر دیا۔
یہ ہر دلعزیز اور عالمگیر مذہب کا نام ہے اسلام اپنے ابتدائی دور
میں ترقی و اشاعت کی حیثیت سے عظیم شخصیتوں کی جانفشانی اور
انتھاکوششوں کا نتیجہ تھا ایک منیر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم دوسرے ان کے چچا زاد بھائی علی بن ابیطالب،
اگرچہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام نے جو خدمات انجام دی ہیں
اور جان نثاری و فداکاری کے فرائض کو انجام دیا ہے اسی کو نظر انداز
نہیں کیا جاسکتا اور وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے
قابل ہیں لیکن ان کو اسلام کے سنگ بنیاد نصب کرنے اور اسکے بعد والے
ابتدائی مراحل سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اسکے بعد میں اس کی
حیثیت دی جاسکتی ہے بلکہ وہ منہی حیثیت رکھتے ہیں لیکن حقیقتاً انہی
دو بزرگوں کے ثبات قدم و حیرت ناک استقلال و اپنے خون کو پسینہ سمجھ
لینے کا اثر تھا کہ اسلام کی بنیاد میں قائم ہوئے اور حیرت ناک تیزی سے کھٹیا

اسکی اشاعت ہوئی۔

قدرت کو ان دونوں بھائیوں کے اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر
بنانا تھا، حضرت رسول اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی حضرت فاطمہؑ ہر اسلام شہر
علیہا کتبہ حضرت علی بن ابیطالبؑ کا عقد ہوا اور اس طرح علیؑ کو بھائی
ہونیکے علاوہ ایک شہم کی فرزند بھی رسولؐ سے حاصل ہوئی اور یہ نوز
سلسلے کہ جو اشاعت اسلام میں متحد تھے اور زیادہ استحکام کتبہ ایک
نقطہ پر جمع ہو گئے۔

انہی مان بچے حضرت فاطمہؑ علی بن ابیطالبؑ سے دو بچے متولد ہوئے
جن کا نام تھا حسنؑ اور حسینؑ اور بن اسوقت کہ جب اسلام ایک نو عمر بچہ کی
حیثیت سے رسولؐ کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا ان دونوں بچوں
کی ولادت ہوئی جن کی پرورش بھی رسولؐ کی آغوش میں شروع ہوئی
اور اس طرح ان دونوں کا اور اسلام کا گہوارہ تربیت ایک قرار پایا،
ایک طرف نانا کہ جو بانی اسلام تھے اور دوسری طرف باپ جو مجاہد و

محمی سلام تھے ان کے خدمات اور کارگزاریاں سامنے تھیں اور
اس سبب کے باعث اسلام کی نیا روحانی تعلق اور ملی ارتباط ان دونوں
بچوں میں بچنے ہی سے اسخ ہو گیا اور جی عمر بڑھتی گئی اُلفت اسلام کا
خبر بچہ سے مستحکم تر ہو گیا۔

نذری عقائد سے جن کی بنیاد پر دونوں بزرگ حسن دین، امام خلق
اور حقیقی ذمہ دار اسلام قرار پاتے ہیں بالکل لگ ہو کر تار و پود اعتبار
سے بھی ایک سلسلہ حقیقت پر کاران دونوں بزرگوں کی زندگی پابند
شریعت اور حفظان اصول نذری کے کی حیثیت سے اسلامی
تعلیمات کا مکمل آئینہ اور احکام شریعت کا مجسم نمونہ تھے اور
اس لئے بھی اسلام اور شریعت اسلام کے ساتھ جتنی گہری
ہمدردی ان کو ہو سکتی تھی کسی کو نہیں۔



نئی میہ کا دور حکومت

یا

تاریخ کا ایک سیاہ ورق

پیغمبر اسلام کی وفات اسلام ٹھیلے ایک سخت ترین مصیبت تھی جس کے بعد ہی سے اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے شروع شروع میں کچھ عرصہ تک اس کی سادگی اور حقیقت پروری، ظاہری جاہ و غریب سے تعلقی اور مادی ساز و سامان سے کننا کشی ایک حد تک محفوظ تھی لیکن اور فتوحات کے ترقی کی تھیں کوسری کے مالک پرمانوں کا قبضہ ہوا، شاہانہ تزک و عیش و سرگرمی اور سلطنتی جاہ و جلال آنکھیں دینا چاہا ہوئیں اور اسلامی افراد میں بھی کثرتِ آرامی اور جہان بینی کے جذبات نے پوش پائی اور مذہبی پابندیوں کے بجائے سیاسی منصوبہ بازی اور کمزوریوں کے مقابلہ میں جابرانہ طاقتوں کے مظاہر کا دور رہ گیا۔

رسولؐ اور ان کے خاندان (نبی ہاشم) کے قدیمی حریف نبیؐ میسرہ کہ
جو برابر رسولؐ کے لئے شاعت اسلام کے خلاف اپنی طاقت کے آخری نفس تک
جنگ کرتے رہے اور سب سے آخر میں امید کے تمام رشتے منقطع ہو جانے کے بعد
بادل ناخوستہ اسلام لائے تھے کھن ان انقلابات میں اپنے منصوبوں کے
پورا کرنے کا اچھا موقع ملا۔

حضرت خلیفہ ثانی (عمر بن الخطاب) اہی کے دین شام پر ان تسلط
ہو گیا تھا جو صرف گوزری کی حیثیت سے تھا لیکن قدم جمانے کیلئے
بہت کافی تھا۔

تیسرے دین خوش قسمتی سے مرکزی حکومت نبیؐ خلافت کا ہوا
بھی نبیؐ کے سر پر بندھا اور اس گروہ کو اسلام کے نشانے پر دیرینہ
منصوبوں کے پورا کرنے کا پورا موقع مل گیا۔

حضرت خلیفہ ثالث کے ساتھ حسن ظن کو راہ دیتے ہوئے کہا جاسکتا ہے
کہ مشا و سادہ لوح خلیفہ وقت کو اپنے ان خاندانی افراد کے غرض و

مقاصد اور ان کے اطوار و حالات کی اطلاع نہ تھی لیکن یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ
 اس عہد میں صحابہ رسول در سچے اسلامی فرزندوں کی تھیں انتہائی شرمناک
 برتاؤ اختیار کئے گئے اور انہوں کی جانبداری اور ان کے بدترین مظالم
 کی حمایت انتہا تک پہنچ گئی جس کے بعد پانی سر اور نچا ہو گیا اور مظالم کو
 برداشت کرتے کرتے صبر کے پیمانے پر پہنچ گئے جس کا افسوسناک نتیجہ
 قتلِ خلیفہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس قتل کی بہت کچھ فہم داری بنی اہم کے
 سر دکھائی دیتی ہے۔

اس کے بعد حالات نے پٹا کھایا اور خلافت جیلے بڑے بڑے صحابہ کرام
 اور اہل علم و عقد کے اتفاق آراء سے حضرت علیؑ کا انتخاب ہوا اور
 سب نے باتفاق آپ کی بیعت کی لیکن گورنر شام معاویہ بن ابی سفیان
 جو وہاں پورے طور پر قبضہ جما چکے تھے وہ اسلامی متفقہ فیصلہ کے
 سامنے سرنگون نہ ہوا تھے نہ وہ اور خونِ حضرت عثمان کی طلب کے

ہمانے سے علی بن ابیطالب سے برسرِ پیکار ہوئے چنانچہ جنگ صفین کے
سیکڑوں محکومین ہزاروں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہ گیا
اسی کا کرشمہ تھے۔

آخر اس جنگ کا فیصلہ ایک مکارانہ مصالحت کیٹھا ہوا جس میں اگر
دیانت و امانت کا جوہر کا فرما ہوتا تو یقیناً مسلمانوں کے درمیان ناگوار
اختلاف کا خاتمہ ہو سکتا تھا لیکن انہوں نے کہ جس کے ٹہکتے ہوئے سیلاب
اس ظاہری مصالحت کو غنڈہ و فساد کا بیش خمیر قرار دیدیا اور اختلافِ فراق
کی خلیج پہلے ہی زبانِ وسیع ہو گئی۔

یہ وقت تھا کہ شام کے تخت پر بنی امیہ کے قدم پوری طاقت کیساتھ
جم گئے تھے ادھر میر المومنین علیؑ کو مسجد کوفہ میں شہید کیا گیا ادھر شام میں
مخالفتِ المہدیت کا طوفان پوری قوت پر بلند ہو گیا اور دمشق بلکہ تمام
بلادِ اسلامیہ میں برکمالِ جرأت کیٹھا المہدیت رسول پر لعن طعن
کا بازار گرم ہو گیا۔

اس مانے کے بعض اہم خصوصیات میر معاویہ اگرچہ صحابہؓ
کی ایک ممتاز فرد سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کے دور حکومت کے ایفونناک خصوصیات
جو اسلامی تاریخ میں حلی حروف سے قوم نظر آتے ہیں اور ان اُسے اس مانے
اسلام کے ضعف و سہیسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱) وضع احادیث اور خدا و رسولؐ پر افتراء و بہتان کو می جرم
نہ رہا بلکہ اس پر مخصوص مصالح کے تحت میں جائزہ و انعام دیا جاتا تھا چنانچہ
ابو الحسن علی بن محمد مدائنی جو اسلامی مورخین میں بڑے پایہ کا شخص ہے
اُس نے کتاب الایحیاء میں اُس مانے کے حالات درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

کتب معاویۃ الی عمالہ فی جمیع الافاق ان لا یجوز والاحد شیعۃ
علی شہادۃ و کتب الہم ان انظروا من قبلکم من شیعۃ عثمان و عجیبہ
واہل لا یتوالذین یروون فضائلہ مناقبہ فادلفوا فی السہم
وقربوہم واکرموہم واکتبوا الی بکل ما یروی کل رجل منہم واسمہ اسم
ابیہ عشرۃ ففعلوا ذلک حتی اکثر وانی فضائل عثمان و مناقبہ

لما كان يبعث اليهم معاوية من الصلوات والكساء والحياة والقطاع
 وبقيضه العرب والموالي فكثر ذلك في كل مصر فتنافسوا في
 المنازل والدنيا فليس يجد امرؤ من الناس عاملاً من عمال
 معاوية فيروى في عثمان فضيلة او منعة الا كتب اسمه وقربه
 وشفعه فلبثوا بذلك حيناً --

”معاویہ نے تمام عمال کو لکھا کہ جو شخص حضرت عثمان کی فضیلت میں
 کسی حدیث کو بیان کرے اُس کا پرانام مع پتہ کے میرے پاس لکھ کر بھیج دو
 اور پوری طرح جائزہ و انعام لے کر مال مال کر دو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 فضیلت عثمان میں احادیث کثرت سے ہو گئیں اور ایک کتابت سلسلہ قائم رہا
 ثم كتب الى عماله ان الحدیث فی عثمان فداکثر وفشا فی کل مصر وکل
 وجه وناجیة فاذا جاءکم کتابی هذا فادعوا الناس الی الترویة فی
 فضائل الصیحة والخلفاء الاقلین ولا تتركوا اخباریرویلحدن
 المسلمین فی بی تراب لا وأنتونی بما قص فی الصحابة فان هذا

احبّ الی وافرّ عینی و احضّر لہجۃ ابی تراب شیعۃ و اشدّ علیہم من
مناقبت عثمان و فضل فقرات کتب علی الناس فرویت احادیث کثیرہ فی
مناقب الصحابہ مفتعلۃ لاحقیقۃ لها وجدًا لناس فی روایۃ ماجری
ہذا المجری حتی اشار وابدّ کر ذلک علی المنابر و القی الی معلّی الکتاب فعلوا
صباغہم و غلا غمہم من ذلک الکثیر الواسع حتی مروہ و تعلّی کما
یتعلّی القرآن حتی علوہ بناغہم و نساءہم و خدام و خشمہم فلبثوا
بذلک ما شاء اللہ -

”پھر تمام گورنروں کو لکھا گیا کہ عثمان کی فضیلت میں احادیث کا
بہت کافی ذخیرہ جمع ہو گیا ہر اب تم دیگر صحابہ کے فضائل میں روایت
احادیث کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور جو کوئی فضیلت بھی ابو تراب کی
نسبت احادیث میں وارد ہوئی ہر اس کے مقابل ہر صحابہ کیلئے بھی
بیان کرو علی اور ان کے شیعوں کی دلیل کے ٹل کر نیکار سے بڑا دلعیا
یہی ہر بس بھر کیا تھا، فرمان لوگوں کے سامنے پڑھا گیا اور سیکڑوں

حدیث صحابہ کبار کے مناقب میں تصنیف ہو گئیں جن کی کچھ اصلیت
 یہ بھی عظیمین اُن کو منبروں پر بٹھاتے اور مکتب بچوں کو قرآن کی طرح
 حفظ کراتے تھے بلکہ لڑکیوں کو رُتوں اور غلاموں کو نیرن تک کو یاد
 کرانا ضروری سمجھتے تھے۔“

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح اسلامی روایات بھیاں بے حقیقت اخبار کے
 ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتبار بن گئے اور علمی تحقیق و دقیق میں ایک بہت بُرا
 رخنہ پڑ گیا۔

(۲) سب شتم اور اکابر اہل سلام کو کالیان دینے کا دستور نکال آیا
 دمشق و شام کے منبروں پر چالیس برس تک رسم ادا ہوتی رہی اور علی بن
 ابیطالب کی نسبت اس جسارت کا سلسلہ قائم رہا۔

(۳) بلاد اسلامیہ میں شراب بہت آزادی کیساتھ استعمال کی جانے
 لگی اور اس کی خرید و فروخت میں کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہی چنانچہ
 عبدالرحمن بن سہل رضاری (صحابی رسولؐ) نے شراب کے بارے میں یہ

اڑٹون کو دیکھا تو اپنے نسیہ کی نوک سے اُن مشکون کو پھاڑ ڈالا حضرت
 معاویہ کو خبر معلوم ہوئی تو کہا اُس بڈھے کو چھوڑ دو اسکی عقل جاتی رہی ہے
 عبد الحمز نے سنا تو کہا خدا کی قسم میری عقل نہیں گئی ہر مگر سالتماب نے
 مانعت فرمائی ہر اس سے کہ شراب سے شکم میں داخل ہو یا برتنوں میں رکھی
 جائے (دیکھو کتاب البدائع ابن اثیر حری ج ۳ ص ۲۹۹ واصلہ جافظ
 ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۴۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں شراب کی درآمد مسلمانوں میں بہت
 خوبی سے ہو رہی تھی اور اگر کوئی سچا مسلمان تعرض کرتا تھا تو اسے دیوانہ اور
 عیقل کا خطاب یا جاتا تھا۔

(۴) بگینا ہمسلمانوں کا خون بہتے درے سے بہا یا جانے لگا ہیکرین
 کلمہ گوین کی گردنیں زیر تیغ ہو گئیں ہمرؤ بن جندب بسرن ارطاة
 اور یاد بن ابیہ کی سیاہ کاسیان اسی عہد کا نام عمل ہیں عبد شہ
 بن عباس کے دو سن بچے ان کی گود میں فروج کر دیے گئے جس سے وہ بچپن

ہو گئیں (ملاحظہ ہو استیباب، ابن عبد البر مطبوعہ دائرۃ المعارف ج ۱۰
جلد اول ص ۶۶)

(۵) مذہب کا وقار بالکل کم ہو رہا تھا اور بڑے بڑے ارکان مذہب کو خرفہ
بن میں اڑایا جاتا تھا۔

امیر معاویہ نے بڑے فخر سے جاریہ بن قدامہ و راحفہ و شخصوں کی
نسبت فرمایا کہ اشتریت منہا دینھا۔ میں نے ان سوان کا مذہب محل
لے لیا ہے (استیباب ج ۱ ص ۱۵۱)

مصر کے لوگوں نے دربار میں آکر السلام علیک یا رسول اللہ کیا
اور اس کو گوارا کر لیا گیا، سزا دینا تو بڑی بات تھی معمولی سی زبان تنبیہ
نہ کی گئی (ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۴)

ان دونوں واقعین کو ہم نے اپنے رسالہ ”قلائد حسین کا مذہب“ میں
تفصیل سے لکھا ہے اور ان میں اس وقت کے اسلامی حساسات و جذبات کی
کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

اہیر معاویہ کا زمانہ کسی نہ کسی طرح بسر ہو گیا اور انھوں نے اپنی عمر گزار دی
 مگر مسلمانوں کے سر پر ظلم و ستم کے ایسے دیوتا کو سوار کر گئے جس نے اسلام کے شیرازہ
 کو بالکل درہم و برہم کر دیا۔ یزید کے اخلاق و عادات سے اہیر معاویہ بخیر تھے؟
 نہیں ہرگز نہیں وہ خود یزید کے خصوصیات سے واقف تھے اور اس کا اظہار
 بھی کیا ہر خیانت پر علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب "تطہیر اللسان و انجنان"
 میں جو حضرت معاویہ کے مناقب فضائل میں تصنیف کی ہر لکھتے ہیں
 کہ ایک روز اہیر معاویہ رونے لگے، مروان نے کہا کہ کیوں کیا ہوا؟
 آپ کے رونے کا سبب؟ جواب دیا کہ

ائشی شیء كنت عندواك ببيت سني و رقت عظمي كذا قال
 في غيبتي و درصيت في احسن ما بين يدي و لولا هواي في يزيد
 البصرت قصدي -

"دنیا میں کوئی راحت نئی جو میں نے نہ اٹھائی ہو، اس بن زیاں
 ہو گیا، اب یہاں گھل گئیں، جسم کمزور ہو گیا، لیکن اگر مجھ پر یزید کی محبت کا غلبہ

نہو تاؤمین اپنے لہو راہ راست کو حاصل کر لیتا " (حاشیہ صواعق محرقة مطبوعہ ۵۶)
 دوسرے مقام پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں -

قوله ولولا هواي تخفیر غایة التخیل علی نفس ربان مزید
 محبتہ لیزید اعمت علی طریق لہدی و اوقعت الناس بعدا
 مع ذلك الفاسق لما رقی فی الردی -

"ان الفاظ میں معاویہ نے پورے طور پر اقرار کر لیا ہے کہ یزید کی محبت نے ان کے
 ہدایت کے رستوں کو اندھا بنا دیا اور اسی فرط محبت نے مسلمانوں کو ان کے بعد
 ایسے فاسق و فاجر کے ہاتھوں میں مبتلا کر دیا جو انکی ہلاکت کا باعث ہوا"
 (حاشیہ صواعق محرقة ص ۵۷)

اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ معاویہ یزید کے افعال عادات سے
 بے خبر تھے اور اُس کی ولی عہدی نیک منتی پسندی تھی، یزید کی بیعت
 مسلمانوں نے بے ہوشی کی گئی اور زور و جواہر کے خزانے اس کی بیعت سے
 کرے گئے۔ یزید سخت خلافت پر شکن ہوا اور اُس کے فسق و فجور نے نہایت

بدکردی ہر طرف معصیت خدا اور مخالفت شریعت کا باز آگرم ہوا، مذہب
 باز کچھ اطفال و راہ اسلام زینت طاق نسیان بن گیا، زید کے افعال و
 عادات کے تفصیلی تذکرہ سے ان صفحات کو پر نہیں کیا جاسکتا اسلام کی
 مستند تاریخین ان واقعات کو اپنے اندر محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ واقعہ میں
 مختصر الفاظ میں جس طرح زید کے بدکرداری کی تصویر چچی ہو جسٹ بلج
 کان جلا نیکہ امہا الاولاد والبنات والاخوان ویشرب
 الخمر ویدع الصلوة۔

”وہ ایسا شخص تھا کہ اپنے باپ کی منکوحہ کنیزوں اور اپنی بہنوں
 بیٹیوں تک کو نہ چھوڑتا تھا شراب پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا“
 (ملاحظہ ہو صواعق محرقہ، علامہ ابن حجر مکی ص ۱۳۵)

اب بتاؤ کہ کیا اسلامی بادشاہ یا خلیفہ المسلمین اور مجوسوں میں
 کچھ بھی فرق ہوا؟ حد سے زیادہ فاسق شخص بھی اپنی ماں بہنوں بیٹیوں
 سے تقاربت کرنا حمیت و غیرت بلکہ انسانیت کی خلاف سمجھتے ہیں۔

بادشاہ وقت کے ان عادات و اخلاق کو دیکھ کر دنیا نے رنگ بکڑ لیا
 تھا اور مذہبیت بالکل فنا ہو گئی تھی لطف یہ کہ بڑے بڑے صحابہ کرام
 خم کئے ہوئے تھے اور کسی کے دہن سے صدائے اعتراض بھی بلند نہ ہوتی تھی۔
 سوائے پانچ شخصوں کے تمام صحابہ و تابعین یزید کو خلیفہ رسول تسلیم کر چکے
 تھے ان پانچ میں سے پہلا نام حسین بن علیؑ کا ہے اور اس کی دیکھا دیکھی عبد اللہ
 بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر اور عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبد اللہ بن عباس
 یزید کی طرف سے کوشش شروع ہوئی کہ ان کو بھی پابند بنایا جائے
 اور سبے زیادہ امامین علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں داخل
 ہونے کیلئے اہتمام کیا گیا۔

گزشتہ تاریخ اور اسلام کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے
 ظاہر ہے کہ علی بن ابیطالبؑ کا فرزند اور خاندانِ رسولؐ سب سے بزرگ اگر
 ان حالات کی موجودگی میں یزید کی بیعت کرتا تو اسلام کا نام بھی
 باقی نہ رہ سکتا۔

حسن مجتبیٰ کی صلاح مجاہد کر بلا کی تہمدتی

ہر اقدام جو اپنے وقت پر ہو وہ مفید نتیجہ خیز اور موثر ہوتا ہے لیکن اگر وقت سے پہلے کیا جائے تو وہ نتیجہ مفید ہونے کے بجائے مضرت ثابت ہوتا ہے بلکہ اپنے کرنے والے کو اکثر ہمیشہ کیلئے مورد الزام بنا دیتا ہے۔

واقعات کی رفتار کچھ ان نہیں رہتی بلکہ تدریجی حیثیت سے ترقی کرتی ہے اور ان کا طریقہ علاج بھی اسی اعتبار سے مختلف ہو جاتا ہے۔ عالم کا نظام اسی پر قرار پایا ہے اور انسان کی افتاد طبع یوں ہی واقع ہوئی ہے اس میں تغیر و تبدل کا امکان نہیں۔

زخم رسیدہ بچے ہوئے جزو بدن ہاتھ یا پیر کا علاج کرو، بچہ ہر لگاؤ مرہم بدلو ضرورت ہو تو بار بار نشتر دلو او پھر اگر نہ اچھا ہو اور اسکی سہمت کے جسم میں سرایت کر نیکافوت ہو تو اسے کاٹ کر بھی پھینک دو کسی عمر کا حق نہ ہوگا لیکن اگر زخم پیدا ہو نیکی ٹھہرا ہی یا کوئی علاج معالجہ کر نیو

پہلے ہی کاٹ ڈالتے تو ضرور مورد الزم اور عام طور پر بے عقل سمجھے جاتے حالانکہ
 طرز عمل ہی تھا جو بعین اختیار کئے جانے پر مدد و تحسن سمجھا جاتا
 تھا۔ شواہد و حالات کی اصلاح کے لئے قربانی اور وہ بھی جان کی
 قربانی کامیاب ہو کر تھیں۔ لیکن سب سے آخری وجہ تمام
 وسائل ذرائع ختم ہو جائیں اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اس وقت اس کا جو
 یہ وہ جہان تک آخری رہ نہ ہو تو یہی تک مدد و تحسن سمجھا جاتا
 میں گئی تو اس پر جلد بازی غیر موقع شناسی اور عاقبت اندیشی وغیرہ
 کا الزام آجانا ضروری ہے جس کے بعد اس کو حق بجانب سمجھا جاسکتا
 اور اسی کیفیت اس کی کامیابی اور تاثیر نصرت۔

حالات کی اصلاح کے لئے احتجاج و استغاثہ مصاحبت و امداد
 شرط شرط اور قرار و معاہدہ ایسی چیزیں ہیں جن کا اختیار
 کیا جانا ابتدائی حدود میں ضروری ہے۔

بیشک جب یہ مسائل ذرائع اختیار کئے جائے گے بعد ازاں کام

ثابت ہوں تو پھر من جڑ بالمحرجیت بدالندامتہ "آزودن را
 آزودن جہل ست کے مطابق انسان سے ان ذرائع کا مطالبہ نہ ہو سکیگا
 اور اس کی رفتار عمل کو آگے بڑھ کر کسی دوسرے اقدام تک نہ پہنچے گا حق پیدا
 ہوگا۔ یہی تدریجی رفتار اقدام عمل میں جب تک قائم ہوگا مہیاابی کی توقع ہر
 روز نہیں ایک بات ہو جانے پر پہلے ہی دن مرنے مارنے پر آمادہ
 ہو جانے والا مغلوب الغضب کیا جائیگا۔ وہی تعریف کا حق نہیں بڑھلا
 اسکے اگر تمام دیگر ذرائع واسباب کے ذریعے سے اہم حجت کے بعد انسان کسی اہم
 مقصد پر جان دینے پر طیارہ ہو جائے تو فداکاری و جان نثاری
 اور موثر قربانی قرار پائے گی۔

ایک انسان اگر اپنے افعال و اعمال میں توازن کو ملحوظ رکھتا اور
 اپنی کارگزاریوں میں صرف جذبات کا فرمانبردار نہیں بلکہ عقلی غور و تدبر
 کا پابند ہو تو اسے اس نظام کا پابند ہونا ضروری ہے۔

شام کی اموی سلطنت کے ہاتھوں بیشک ہر بخطرہ میں تھا

اور حق و صداقت پامال ہو رہے تھے جس کی اصلاح کھیلے قربانی
 درکار تھی لیکن اس قربانی کے حق بجانب قرار پانیکے لئے دوسرے پر امن اور
 صلح پر دو مسائل ذرائع کے صرف کئے جانے کی ضرورت تھی۔
 بیشک اگر امام حسینؑ ایلی کا بغیر قسطنطنیہ کے سابقہ حالات کے بیزید کی
 بیعت سے کنارہ کشی کر کے باوجود فقدان اعوان والضرار مخالفت پر
 جس کا لازمی نتیجہ آپ کا قتل ہونا تھا طیار ہو جاتے اور ایسا کرتے تو
 ان سوالوں کا پیدا ہونا ناگزیر تھا کہ اگر امامؑ نے اتحاد عمل کی یہاں حالات کے
 دستی کی کوشش کیوں نہ کی؟ مخصوص شرائط کی یہاں صلح کر کے اپنے
 مقاصد کو کیوں نہ حاصل کیا؟ کم سے کم امیر سلطنت سے بے تعلقی اختیار
 کر کے مدینہ رسول میں قیام پذیر کیوں نہ رہا اور کربلا اگر اپنے تئیں معین
 خطر میں کس لئے ڈالا؟

یہ سوالات پیدا ہونے کے بعد جن کا کوئی صحیح حل بھی موجود نہ تھا
 یقیناً آپ کا قتل ہونا صرف جذبات کی کار فرمائی کا نتیجہ قرار پاتا

اور اس لئے نہ قابل تلاش ہوتا اور نہ موثر و کامیاب لیکن واقعہ تھا کہ امام حسینؑ کا اقدام عمل یا قربانی وہ ایک مکمل نظام کے تحت مین واقع ہوا تھا جس کیلئے برسوں کی طویل مدت کے حالات موقع کو فریلا رہے تھے یہاں تک کہ سلسلہ میں اس کا وقت آگیا۔

شرع شرع میں امام حسینؑ کا صلح کر لینا اور مخصوص شرائط معاہدہ کے ساتھ سلطنت کی ذمہ داریوں سے دست بردار ہونا برسوں کا مشورہ کی زندگی بسر کرنا اور پھر دس ہی برس تک امام حسینؑ کا بھی عملی حیثیت سے خاموش رہ کر حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے اکثر زبانی یا مکتوبی احتجاج کرتے رہنا لیکن باوجود اسکے حالات کا وہ صلح ہونے کے برعکس بدتر ہوتے جانا، شرائط معاہدہ کا ٹھکرا دیا جانا، صلح نامہ کے دفعات کا پامال ہو جانا، زبانی احتجاج و استغاثہ پر کوئی شنوائی نہ ہونا بلکہ اپنے انسائیت سوز اور اسلام کشل فعال پریش از پیش ہر ار کیا جانا اور اس سلسلہ میں پانی کا سر اور سچا ہو جانا اور معاملات کا ہلکا گزر جانا ناہٹھا

جس نے اہم ترین کھیلے اس عظیم اقدام کا موقع پیدا کر دیا تھا کہ جو انھوں نے
کر بلا کی سر زمین پر انجام دیا۔

اب عسکرانہ تاریخی حالات سے بخبری کا نتیجہ ہو گا کہ حسین نے خود
اپنی جان کو معرض خطر میں ڈالا۔ اگر وہ مہینہ میں قیام کرتے اور نزدیک سے
برسرِ پاش نہوتے تو آپ کا خون کر بلا کی زمین پر نہ بہتا۔

یہ خیال بالکل بے حقیقت ہے۔ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم اور
خصوصاً علی بن ابیطالب کی اولاد سے اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ وہ
کسی طرح ان کو حین سے بٹھنے نہیں دے سکتے تھے اور انکی خاموش مستی
بھی انکی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتی تھی جس میں بنی امیہ نے باوجود صلح جوئی اور
خاموشی و کنارہ کشی کیا پھل پایا؟ یہ کہ زہر قاتل کے اثر سے کلیجہ کے
ٹکڑے ہوئے اور دشمنین کی ظلم و بیداد کا خاموش فسانہ سناتے ہوئے دنیا سے
رخصت ہوئے۔ جنابِ احسن نظامی صنادیدِ ملی اپنی کتابِ معجم بہار
ص ۱۰۰ اور دوسری کتابیں پر نامہ ص ۱۰۰ میں لکھتے ہیں۔

”ہیلا خون سیدنا حضرت امام حسن کا ہر جو تاریخ کی روایت سے قطعاً
 امیر معاویہ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی قدیم و جدید محاکمہ تاریخی و قانونی
 منکلی بریت اس قتل نہیں کر سکتا۔“

کون کہہ سکتا ہوگا اگر حضرت امام حسینؑ عراق میں نہ آتے اور مدینہ میں
 قیام فرماتے تو ان کے قتل کیلئے کوئی ایسا ہی خاشوش حربہ استعمال کر دیا
 جاتا جس طرح حضرت امام حسنؑ پر استعمال کیا گیا۔

اس وقت آپ کی جان بھی جاتی اور افراد بشر کے سامنے حقیقت کے واضح ہونیکا
 بھی کوئی طریقہ نہ ہوتا بلکہ جس طرح اس سے پہلے امام حسنؑ کی شہادت سے بھاگ
 کیا جاتا رہا اسی طرح حضرت کی شہادت سے بھی برأت کرنا ضروری خیال
 کیا جاتا اور یہ یقیناً یزید کی فتح اور حسینؑ کی شکست قرار سکتی تھی کیونکہ
 اس حالت میں اولاً لڑکر نے اپنے مقصد کو حاصل کیا، حسینؑ کے وجود کو دنیا
 سے محو کر دیا اور پھر عالم کے سامنے اپنے تبیین بری بھی ثابت کر دیا اور حسینؑ
 اپنی جان سے ہاتھ دھو یا اور کوئی نتیجہ خیز اثر بھی دنیا میں نہ چھوڑا،

بھلا میں نے مجھ پر عقول تدبیر و استقلال کی مالک تھی، سرکب تو قہ کیجاسکتی
 ہو کر وہ اس پہلو پر متوجہ نہ ہو، حسینؑ نے اپنے معاملہ کو دو مختلف صورتوں میں
 منحصر پایا، ایک ہے کہ خاموش طریقہ پر اپنی جان سے ہاتھ دھوئیں اور
 دین اسلام و شریعت نبویہ بھی برباد کر کے افعال اقوال سے محو ہو کر رہے،
 دوسرے یہ کہ اپنی ہستی کو ظاہری صورت میں دست فدا کے سپرد
 کر کے ہمیشہ کیواسطے اپنی اور اپنے نانا کی تحریک کو زندہ کر کے اسلام کا
 ایک پائدار نقش چھوڑ دین، فرزند رسولؐ نے اپنے عظیم تدبیر و عااندیشی سے
 کام لیکر دوسری صورت کو ترجیح دی اور اسلام کو زندہ کر نیسے ساتھ اپنی
 موت کو اپنے اور اسلام دونوں کی فدا کے مقابلہ میں اختیار کیا،
 حسینؑ نے اپنی جان دیکر اپنے مخالفین کے مفاد کو ہمیشہ کیلئے پامال
 کر دیا اور یہی وہ عظیم فتح ہے جس کی حضرت نے ظاہری صورت میں فنا ہو کر
 حاصل کیا۔



حسین کا اقدام عمل خالص تبلیغی نشان رکھتا تھا (اور)

تدبر و سیاست کا بہترین نمونہ تھا

اہم ترین درحقیقت مدینے کے اس بات کا بڑا اٹھا کر نکلے تھے کہ دنیا کے سامنے حق کو حق اور باطل کو باطل ظاہر کر دین چنانچہ انھوں نے اپنے مقصد کی شاعت اور مزید کے سنگ انسانیات افعال کو طشت از بام کرنے میں وہ نام و سائل ذرائع اختیار کئے جو ان کے عظیم تدبر و سیاست کا پتہ دیتے ہیں -

سب سے پہلے یہ دیکھو کہ حسین نے مدینہ رسول کو چھوڑنے کے بعد مکہ معظمہ کو اپنے قیام کے لئے منتخب کیا۔ مکہ معظمہ کا قیام سطح نظر دشمنین تو اس غرض کیلئے تھا کہ اس مقام مقدس میں خونریزی حرام ہے لہذا انکی زندگی دشمنوں کے خطرہ سے محفوظ رہے گی لیکن نقطہ نظر ایشی شخص کیلئے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ حسین کی آخر تک اپنی جان بچانا منظور ہو گیا۔ لیکن کہ جو مرنے پر کمر باندھ

چکے تھے اور پورے طور پر آخر تک نیکو الے واقعات پیش نظر رکھتے تھے
 جس کو برابر الفاظ میں بتلاتے بھی رہتے تھے انکی نسبت اس خیال
 کوئی وقت نہیں دیا جاسکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ مکہ معظمہ قلب نبیرۃ العرب عالم اسلام کا مرکز
 تھا، اطراف و جوانب کے قافلے برابر آتے جاتے رہتے تھے اور علماء و فضیہ
 حج کے جو اسلامی شریعت کی رو سے ہر مستطیع مسلمان پر واجب ہے اور
 جس کی بدولت شہر حج میں چاروں طرف مختلف قبائل عرب کا
 آنا ضروری ہر خود عرب کے قدیم روایات اور سابقہ علماء کی وجہ سے جو
 صدیوں سے قائم تھا اور اسلام نے بھی جسکی بطل کرنے کی ضرورت سمجھتی
 عرب کے اس خطہ کو تمام مختلف خیال قبائل عرب کا محل اجتماع ہونا لازمی
 تھا وہ مشہور کانفرنسین جو شعرو سخن اور خرید و فروخت وغیرہ کے قائم
 ہوتی تھیں جن کو اسواق العرب کہا جاتا ہر ذی القعدہ سے لیکر محرم تک
 مکہ ظائف اور مدینہ کے درمیان ہی میں قائم ہوتی تھیں۔

اہمین کی شخصیت دنیاۓ عرب میں کوئی جنبیت نہ رکھتی تھی، اگرچہ
 مذہباً حاتم مدنی ہو گئے ہوں اور عین کو ان کے واقعی مراتب کے ساتھ
 لوگ پہچانتے ہوں لیکن رسول کا نواسا، سلطان حجاز و عراق کا فرزند
 ملک عرب کا سب سے زیادہ سخی و جواد جس کے گھسے کبھی کوئی سائل محروم
 نہیں بھرا، نبی اہم کا بزرگ خاندان، یہ عنوان وہ تھے جن سے کوئی بھی
 ناواقف نہ تھا اور سی کو ان کے انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔

حسین نے ہی زمانہ جو تمام قبائل عرب کے خلع کا تھا مکہ میں اپنے
 قیام کے لئے تجویز کیا، ہم نہیں کہنا چاہتے کہ حسین نے اپنے لئے کوئی بڑا لشکر جمع
 کرنا چاہتے تھے اور ان قبائل عرب کے ساتھ روابط بڑھا کر اپنی حیثیت کے
 مضبوط بنا کر زید سے مقابلہ کا خیال رکھتے تھے، نہیں ہرگز نہیں، اگر
 وہ ایسا چاہتے تو کر سکتے تھے اور مضبوط تحریکات نے کی صورت میں
 ممکن نہ تھا کہ اس میں کامیابی نہ ہوتی۔

میں بالکل نزدیک تھا جس کا اسلام علی بن ابیطالبؑ کا رہن منت تھا

اور اسکی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو علی بن ابیطالب آن کے گھر لے
سے پوری ہمدردی حاصل تھی ۔

طائف بھی کچھ اولاد رسول کا مخالف نہ تھا لیکن فرزند رسول کو عاقر
اور جوانبانی کا شوق تھا، وہ اپنے تئیں ایک عظیم الشان بادشاہ تسلیم
کرانے کی ہوس نہ رکھتے تھے، مگر حسین کا قیام مکہ معظمہ میں صرف اس لئے تھا
کہ جہو عرب کے اندر صورت حالات کی طرف ایک جذبہ پیدا ہو جائے اور نریہ
کے افعال اعمال کا چرچا ہو نیلے ۔

حسین کے قتل کیلئے حجاج کے لباس میں شام سے کچھ لوگ بھیجے گئے
ہوں یا حضرت کے پاؤں بخیر کر لئے جانے کا سامان کیا گیا ہو بہر حال معلوم
اسباب علل کے ماتحت امام کا بیت الحرام سے خست ہونا اور زمانہ حج کے
گزرنے کا انتظار بھی نہ کرنا اس کو امام کے تبلیغی مقصد میں پورا دخل ہے۔
ایکی ایسا خلاف توقع حسین کا حج کو ترک کر دینا اور تمام اہل عیال
کیٹھا مکہ معظمہ سے نکل کھڑا ہونا ایسی حالت میں کہ حج کا زمانہ بہت کم

باقی تھا اس نے تمام قبائل عرب کے نمایندگان میں ایک لہروڑادی و
اگر کوئی تاریخ اس موقع کی قلم بند کی گئی ہوتی تو اس میں ضرور نظر آتا
کہ اس موقع پر کن خیالات کا اظہار کیا جاتا تھا۔

حسین بن علیؑ کہاں چلے گئے؟ حج بھی نہ کیا؟! ان تمام اہل و
عیال و اقربا کیساتھ اپنے نانا کی قبر کے چاروں طرف چھوڑ دیا؟ دیزید کے
خوف سے کیوں؟ دیزید کیا چاہتا ہے؟ (حسینؑ سے بیعت کا طالب ہے)
لاحول لا قوۃ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرزند رسولؐ اور زیدیہ
شرا بخوار اور زنا کار فاسق و فاجر کی بیعت کریں! اچھا پھر مکہ معظمہ میں
کیون قیام نہ کیا؟ کس لئے حج کو بھی ترک کر دیا؟ (جان کا خطرہ تھا
شاید مکہ میں قتل کرنے کیلئے شام سے کچھ لوگ بھیجے گئے تھے تو توبہ
توبہ! اس سے بڑھ کر سفاکی ظلم کیا ہو گا کہ فرزند رسولؐ کو حرم میں بھی حسین
نہ لینے دیا جائے۔“

یہ تذکرے وہ ہوں گے جو مکہ معظمہ اور اس کے اطراف و جوانب میں اکثر

با خبر حلقون میں بہت اہمیت کیسا تھا جاری تھی۔

وہ زمانہ کہ جب برق مہر سات و مخا بہت مسدود تھے یا ٹیلیفون وغیرہ
خبر سرائی کے ذرائع نایاب، اس سڑ بھکے کوئی طریقہ واقعات کی رعیت
کا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہہ سے وہ زمانہ لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ شخص تازہ
اپنے شہر میں آیا اس کو بھی تازہ واقعات کے ضمن میں حسین کے نقل حرکت اور
اسکے اسباب و علل کا بیان کرنا ضروری تھا! اس کا نتیجہ یہ نہیں تھا کہ امام
کیلئے کوئی بڑا لشکر جمع ہو جائے لیکن مطلب صرف اتنا تھا کہ پہلے
ان حالات کی شاعت ہو جانے کے سبب حسین کی شہادت عام طور سے
نامعلوم اسباب و علل کا نتیجہ قرار نہ پائے تاکہ اہل شام کو اپنے دل سے اس کیلئے
مخصوص جوش و تلاشتی کا موقع مل جائے اور حسین کی مطلوبیت و حقانیت
مخفی ہو جائے یقیناً اگر امام کی طرف سے ان طرق نشر و اشاعت کو عمل میں
نہ لایا جاتا تو زید کی طرف سے امام کی شہادت کو طرح طرح کے لباس پہنائے
جاتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حسین کا خون راگمان چلا جاتا یا بن معنی کہ آپ

اپنی جان بھی ہاتھ سے کھوتے اور کوئی ہمدردی بھی افراد بشر کے قلوب
 میں چھوڑ کر نہ جاتے اور نہ وہ مقصود جو آپ کا تھا حاصل ہونا اگر خدا کی قدرت
 دیکھو کہ امام شہید ہوئے اور تمام دنیا نے اس بات کو تسلیم کر لیا کہ وہ ناحق قتل
 کئے گئے، شام کا حاکم اور اسکے دشمن انسانیت و زرا اور ساتھی کسی نہمت
 تراشنے کا موقع بھی نہ پاسکے! اسے خداوند عالم کی قوت قاہرہ کے بعد حسینؑ
 کے تدبیر سے تعلق ہوا اور وہ اسباب و علل شہادت کے نشر و اشاعت کا نتیجہ تھا۔
 حسینؑ نے اپنی نقل و حرکت کے وجہ کو زندگی ہی سے عالم اسلام میں
 شائع کر کے دشمنوں کی زبانیں بند کر دیں اور اپنی مظلومی کے سامنے
 دنیا کے تسلیم کو ختم کر لیا اور اس سے بڑھ کر حقانیت کی تبلیغ کیا ہوتا ہے؟
حسینؑ کا قافلہ خاموش مسلخ تھا | حج کا زمانہ تھا عراق
 میں، طائف وغیرہ سب رت و قبائل مکہ میں آئے تھے، ادھر امام حسینؑ
 اپنے اہل اقربا انصار اصحاب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ خمیہ و خرگاہ
 تمام اسباب ساتھ لئے اکبرٹے قافلہ کی صورت میں مکہ سے جا رہے تھے،

عالم مسافرت میں زندگی گزارنے والے واقف ہیں کہ راستہ میں چار پہنچ
 آدمیوں کا بھی قافانہ نظر آئے تو کھوج ہوتی ہے کہ یہ کون لوگ ہیں کہاں سے
 آئے ہیں؟ پھر کہاں امام حسینؑ کا شاندار قافلہ اور صحابہ عوانِ مختصر
 لشکر اس پر طرہ یہ کہ حج کو دو دن باقی رہ کر مکہ معظمہ کی طرف آ رہا ہو جبکہ
 دنیا مکہ معظمہ کی طرف حج کے لئے متوجہ ہے ایسے جہہ یقیناً جاذبِ نظر اور جاب
 و خبث تھے اور ایک اجنبی شخص کو یہ پوچھنا ضروری تھا کہ کیسے کا لشکر ہے؟ کہاں
 جا رہا ہے؟ اور حسینؑ کا نام معلوم ہونے پر وہی سوالات جو ہم نے اس کے قبل
 درج کئے ہیں چنانچہ تاریخین شاہد ہیں۔

فرزوقِ ملاقات امامِ سرِ یونہی اتفاقی طور پر ہونی لگی اور عبداللہ بن
 مطیع و عمر بن عبدالرحمن مخزومی بھی راستہ میں خلافتِ توقعِ امام سے دوچار
 ہو گئے اور پھر جو گفتگو ہوئی وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے۔

اسکے معنی یہ ہے کہ حسین بن علیؑ اور ہاشمی جو انون کا شاندار قافلہ جو
 خانہ خدا کو مجبوری چھوڑ کر حکاوت میں راہ پیمائے تھا خود ایک پیشِ مبلغ اور

داعی حق تھا جو دوردور کے لوگوں کو تحقیق حالات اور کشف حقائق پر
مجبور کر دیتا تھا۔

کر بلا کی سرزمین تبلیغ | راستہ کے تمام اہم واقعات کو چھوڑتے ہوئے

اہم کی اس عظیم الشان تبلیغ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جو کر بلا کی سرزمین پر
حسینؑ نے ظاہر ہوئی، وہ وقت کہ جب جن کے پیلے دشمنوں نے چاروں

طرف سے امام پرستہ بند کر دیا تھا اور تیس ہزار کے لشکر نے دین و دنیا کے
انسانیت و غیرت کو خیر باد کہا، فرزند رسولؐ کے قتل پر کمر باندھ لی تھی

اُن کا گمراہی سے باز کرنا ناممکن تھا اور حسینؑ اس بات سے واقف تھے لیکن ایک
مبلغ مذہب و داعی حق کا فرض ہے کہ وہ حق کی آواز کو بلند کر دے اور

تبلیغ و دعوت میں کوتاہی نہ کرے اور اس فرض کو امام نے خواب اکلیا۔

ایک شب کی ہملت نماز کھیلے اور مفاد اسلام کی
بے نظیر تبلیغ

۹ محرم کو اس وقت کہ جب نچوڑ لشکر کی پورش تھی اور حسینؑ اور انکی مختصر

جماعت کے قتل کیلئے حملہ کر دیا گیا تھا، حسینؑ نے اپنے بھائی کو بھیجا ایک
 شب کی ہولت مانگی کیوں؟ کیا اس لئے کہ حسینؑ اپنے اہل حرم سر
 رخصت ہوئیں، اپنے عزیزوں کو دل بھر کر ایک بات اور دیکھ لیں یا
 ایک شب میں کوئی سامان جنگ کر لیں؟ نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ
 آج کی رات بھر خدا کی عبادت کر لیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا شب
 اس طرح گزاری کہ لہم دوی کدوی المنحلؑ ہیں جماعت کی آوازیں
 ذکر الہی اور تسبیح کہتے اس طرح گونج رہی تھیں جیسے شہد کی مکھی کے
 چھتے سے آواز آتی ہے۔

اس طرح انھوں نے دکھلادیا کہ سخت ترین مواقع پر کس طرح صول
 مذہب کا خیال رکھا جاتا ہے اور یہ کہ مذہبی جذبہ عالم کے ہر جذبہ سے زیادہ
 بڑھتا ہے۔

دسویں عاشورہ کے دن نماز ظہر گذشتہ موقع سے سخت دریاہ
 کٹھن وہ موقع تھا جب لڑائی شروع ہو چکی تھی حسینیؑ مختصر لشکر کے بہت سے

جوان قتل ہو چکے تھے اور کمزوری محسوس ہونے لگی تھی تیرون کی باثر تھی
اور کمانوں کے ٹرنے کی گرج لیکن اس حالت میں بھی نماز ظہر بجاغت ادا
کی گئی اور ایسی نماز کہ جس کی نظیر عالم کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

امام رقبہ اور مجاہدین کی صفین پیچھے اور دو بہادر جوان اہم کے آگے
سینہ سپر ہوئے کہ جو تیر آئے وہ اپنے اوپر دیکھیں جس کا نتیجہ یہ تھا کہ نازم
ہوتے ہوئے ان دونوں بہادروں میں سے ایک سعید بن عبد اللہ حنفی زمین پر
گر کر ٹرنے لگے تین اور دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

یہ تھے حقانیت کے مظاہرات اور صداقت کے نمونے جو اگرچہ اپنے وقت وقوع
میں خاموشی کا تھا عمل میں آئے لیکن انھوں نے دنیا کو دعوت حق کی
پرندہ در آواز سے ملو کر دیا اور افراد اسلام کے اسلامی حساس کو جھجھو کر مبداء
کر دیا اور دوسری طرف یزید اور ہوا خواہان یزید کے ظالمانہ افعال و ہلکاش
حرکات کا پردہ چاک کیا۔

تبلیغ حق کے دیگر مظاہرات | عاشورے کی صبح لیکر عصر تک

واقعات اگر ہم لکھنا چاہیں تو بیسیوں کا فی نہیں ہو سکتا تاریخ شاہد ہے کہ
 حسینی فوج کا ہر جوان ایک مبلغ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بریرہ دانی کا مہارہ
 حبیب بن مظاہر کا مکالہ نہر بن قین کا خطبہ و زمام انصار و اقربا کے
 وہ جز جن میں سے ہر ایک حسینی شہادت کے اسباب و علل بیان کرنے میں ایک
 مبلغ کا حکم رکھتا تھا۔ اس کا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو لیکن ایک مبلغ کی کامیابی
 نہیں ہو کر اس کی آواز پر لبیک کہنے والے زیادہ تعداد میں پیدا ہو جاتے
 بلکہ اسکی کامیابی یہ ہو کر محنت اور محنت پر اور دشوار گزار منازل میں
 اپنے فریضہ کو ادا کر دے اور جو دعوت اظہار کا حق ہو اس کو پورا کر سکے۔

حسینی فوج کے تمام جوان داؤ شجاعت دیکھ کر صحت ہو چکے، ہاشمی خاندان کے
 شیر بھی اپنے بزرگ کی حمایت میں کام آگئے ہر طرف مظلوم حسین باقی ہیں
 اور دشمنوں کا حلقہ ہر دل پر ہٹتا کا ہجوم اور آنکھوں میں دنیا تار کی
 گردہ مبلغ الہی، ربانی داعی مذہب نبی فریضہ کی ایک سکنید کیلئے غافل
 نہیں ہر وہ خطبہ پڑھتا ہے تقریریں کرتا ہے، صحابہ رسول کو گواہ بنا کر

اپنی حقیقت کا ثبوت دیتا ہے۔ کیا اسلئے مید پر کہ زیدی لشکر حسینؑ کی
 حالت پر رحم کھائیگا یا وہ درہم و دینار کی جلوہ آرائی اور دہلیہ شریفوں
 کی جھنکار اور حکومت سلطنت کی طمع و حرص سے آزاد ہو کر حق کے راستہ پر
 آجائیگا؟ لا واللہ! حسینؑ بھولے اور نا عاقبت اندیش نہ تھے، وہ خوب
 جانتے تھے مگر بنی نوع بشر کو حالات سے واقف اور خبر نہانا چاہتے تھے،
 انھوں نے کوئی دقیقہ اظہار حق میں اٹھا نہیں رکھا اور آخری نفس تک
 اپنے فرض کو ادا کر گئے۔

اسوقت بھی کہ جب شمر کا خنجر لوبگاہ مصطفیٰ کے قریب چکا تھا اور
 امامت کا چراغ گل ہو رہا تھا حسینؑ نے اپنے قاتل کے سامنے تبلیغ کی
 اور اپنے نانا کی صداقت و حقانیت کو ثابت کر دکھایا "اے مردِ راجہ
 چہرے نقاب اٹھا" شمر نے نقاب ہٹائی حضرت نے فرمایا صدقہ اللہ
 جہدی "میرے نانا رسولؐ نے سچ کہا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل ایک
 مبرص (کڑھی) شخص ہوگا۔"

روحی لک لک افکار! اے حسین بن علی اپنے مرتے دم تک اپنے فریضے
ہاتھ نہیں اٹھایا، آپ نے اپنے نانا کے قول کی تصدیق زیرِ خنجر بھی ثابت
کر دی۔ آپ کے خون کا ہر قطرہ جو کہ بلا کی زمین پر گر رہا تھا آپ کی مظلومیت کا
مرثیہ خوان اور ملت اسلام کا واحد مبلغ تھا۔

واقعہ کربلا کے بعض نشروں پہلو

ایثار و مواسات | مشترکہ ضرورت کے وقت دوسرے کو اپنے سچے
مقدم کرنا ایثار ہے اور سخت موقع پر دوسرے کو مبتلا پا کر خود شریک مصیبت
اور سہرہ ہو جانے کا نام مواسات ہے۔

ان دونوں صفتوں کا بہتر اور مکمل ترین نمونہ زمین کربلا کے مجاہدین نے
پیش کیا، ان میں سے ہر فرد نے اہم کے نفس کی حفاظت کو اپنے نفس و بدن پر
اس طرح مقدم سمجھ دیا تھا کہ وہ اپنے تئیں جیتے ہی مسموم سمجھ لیتے تھے۔
سید الشہداء اہل بیت پر نماز ظہر ادا کر رہے ہیں اور دشمنوں کے تیروں کی

بوجھا رہی۔ سعید بن عبد اللہ اور ذہیر بن قین امام کے سامنے سبز ہو کر
 کھڑے ہوئے اور ابھی نماز صبح ختم نہیں ہوئی کہ سعید زخموں سے چور ہو کر
 زمین پر گر جاتے ہیں۔

اور خود امام نے مفاد ملی کی مخالفت کو اپنی نفس بلکہ نفسِ سرِ عزیز تر اولاد و اقربا
 اور ان سے بھی بالاتر عزت و ناموس پر اس طرح مقدم کیا کہ خود دنیا کی چیز
 سے ہاتھ دھولیا اور اپنے کو عالم بھر کے مصائب و آلام کا نشانہ بنا لیا
 کیا لیکن دین اسلام کو قائم کر کے۔

اور اسات کا یہ عالم کہ کوئی سعید بن ابیہ و صحابہ نہیں پڑی
 جس میں امام نے ان کا ساتھ نہ دیا ہو انصار و عزا کی شہادت کے عنوان
 مختلف تھے لیکن جہاں امام منظم کی شہادت پر ایک نظر کی جاتی ہو تو
 صاف معلوم ہوتا ہو کہ وہ کسی ایک عنوان کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ
 ایک نیا تہمت کی جتنی صورتیں ہوتی ہیں وہ اس ایک تہمت میں
 جمع ہو گئی تھیں۔

حسب اُس دن صرف اپنی جان نہیں دے رہے تھے بلکہ دنیا کو اپنا
 دوا سات کا نہ بھوننے کے قابل سبق دے رہے تھے اور بے نظیر مثال
 قائم کر رہے تھے۔

ثبات قدم استقلال سخت اور شوار گزار مہم کیلئے وجود

قدم میں لغزش نہ دینا ثبات استقلال ہر اور اس امتحان میں کر بلا کے
 مجاہدین کا نمبر سب سے اول ہے، ان کے سخت اور شوار گزار مہم کیلئے
 عالم سے جدا گانہ تھی، سرگردن کے باہمی ارتباط کا ایک مرتبہ شہر
 سے قطع ہر جانا ایک جان باز سپاہی کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا
 لیکن تین دن کی بے آبی اور زخموں کی کثرت کے سبب کچھ کے اندر
 آگ کا بھڑکنا ہر خطہ ہتھار و نفع روح کی تکلیف بداشت کرنے کو کہتا
 کمسن بچوں کو ماہی بے آب کی طرح ٹپتے دیکھنا اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی
 کے عزیز ترین سرمایہ ولاد کو بھی ہونی تیار دین اور ہر تے ہوتے سرینا
 میں بھیجا، نہیں بلکہ اپنے ہاتھ پر چکر کے سکرے کو نشانہ تیر ہوا دینا

ہر انسان کا کام نہیں۔ انکے استقلال و ثبات قدم کی نظیر تاریخ پیش
 کرنے سے قاصر ہے اور انھوں نے اس کے ذریعہ جو حیرت انگیز کامیابی حاصل
 کی انکی مثال بھی ملنا ناممکن ہے۔ وہ فنا نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ کیلئے
 خود زندہ ہوئے اور ہزاروں کو زندہ کر گئے۔ دورِ فلک میں جب تک اسلام
 کا دورہ ہوا انکی یاد سچے مسلمانوں کے دل میں ہمیشہ تازہ رہی اور
 سرشکِ غم کے سبب صدائے پران کے نام کا درد ہوتا رہا۔

عزت نفس و موت کا موازنہ

مجاہد کر بلا کا نعرہ شیرانہ

الموت اولیٰ من مرکوب العطل

زندگی عزیز شے ہے اور فطرت انسانی میں حیاتِ نیا کی محبت
 ودیعت کر دی گئی ہے، انسان اسی کی خاطر سخت ترین دنیا کے مشکلات
 برداشت کرتا اور سرد گرم عالم کا تحمل کرتا ہے۔ اس کی طبیعت اگر

افزون بخون غیرہ کے حسب اعتدال سے خارج نہیں ہوئی ہو تو وہ اپنی جان
 کی حفاظت میں مالی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتا اور تمام ممکن ذرائع
 جن سے اس کی ہستی کا بقا ممکن ہو ان کو صرف کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اسلام
 نے بھی اس فطری رجحان کو روکنے کی کوئی وجہ نہیں پائی بلکہ لاتعلووا
 باید یکم الی الخ لکھتے کے حکیمانہ حکم سے حفاظت نفس اور زندگی کی
 نگہداشت کو فرضیہ لازم قرار دیا لیکن ذلک اعظم کے دور اور طریق ہذا
 کی آمد و رفت میں ایسے نازک مواقع پیش آجایا کرتے ہیں جب جذبات
 نفسانیہ میں تلاطم اور طبی عقلی رجحانات میں تضاد عم ہوتا ہے، زندگی
 اپنی تمام ذریعہ بیرون کے باوجود اتنی مہیب رت میں نہ رکنی بڑھاتا ہے
 بل اختیار اس سے آنکھ بند کر لینا پسند کرتا ہے اور وہ اسی محبوبہ فانی کی
 جسے پردہ ہر شے کو قربان کرتا تھا، ہاتھ دھونے میں لذت محسوس کرتا ہے
 یہ صورت کبھی غیر عقلی، شہوانی، جاہلانہ، ناعاقبت اندیشانہ رجحانات
 سے پیدا ہوتی ہے اور اس موقع پر جان دینے سے عقل بڑھ کر مر جاتا ہے اور

شرع شایاش کی آواز دیتی ہے لیکن جس وقت موت سے بدتر زندگی یا زندگی
 سے بہتر موت میں معاملہ ہو گیا ہو جس وقت حیات دنیا بہتر ترین مقام کے
 پامال ہو نیکا پیش خیمہ ہو اور جس وقت عزت نفس اور فناء ظاہری کا
 سوال درپیش ہو جبکہ میزان عقول نے صورت حال کے مختلف پہلوؤں پر
 غور کر کے موت کو حیات پر ترجیح دیدی ہو تو اس وقت موت کے منہ پر
 جا پڑنے والے دائمی حیات کے مالک بن جاتے ہیں عزت اور ہستیاں ہمیشہ
 عزت کا صدر جان کو سمجھتی ہیں حسین بن علیؑ نے کر بلا میں جو رہتے
 اپنے لئے مقرر کر لیا تھا وہ اسی اصول پر مبنی تھا، ان کی زبان سے
 نکلی ہوئی لفظیں اگر صحیح وسیع صحرائے کر بلا میں گونج کر فنا ہو گئیں
 لیکن ان کا پائدار مفہوم اب بھی غیرت دار اقوام کے صحیفہ حیات کا
 سرنامہ و رآن کے دیباچہ زندگی کا عنوان اول ہر الاموات اولیٰ
 میں مرا کو بلا لعل، ننگ عار کے برداشت کرنے سے موت کا آنا
 بہتر ہے، انکی مخیر لفظیں علو بہت کی منادی اور عزت نفس کی

ترجمان ہین اور انہی کو حسینؑ نے علیؑ صورت سے دنیا کو دکھلا دیا۔

اصول کی حمایت و قربانی

حسینؑ کی قربانی دنیا زلی تھی
اس قربانی کے انتظامات عجیب و غریب تھے

کر بلا کے مجاہد حسین بن علیؑ کا اصول حق کی حمایت، شریعت اسلام کی نگہداشت اور جابر و ظالم طاقت کے مقابلہ میں روحانی و مذہبی خودداری کی حفاظت تھی، انھوں نے اپنے آخری نفس تک اس اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا، وہ اگر پہلی ہی مرتبہ اپنی جان کی قربانی پیش کر دیتے تو بہت ممکن تھا، اس قسم کی قربانیاں کم ہی لیکن ہتھیال نہیں ہین بقراط نے بھی اپنے ہاتھ سوزہر کے جام کو ٹھاکر پی لیا تھا اور اپنی جان کو مقصد پر قربان کر دیا تھا لیکن حسینؑ

بن علیؑ کا مقصد بہت اہم تھا، وہ اپنی قربانی کی نوعیت ہی، عالم کو
 جداگانہ قرار دینا چاہتے تھے، ان کا مقصد یہ تھا کہ اپنی طرف نسبت
 رکھنے والی ہر عزیز شے کو خود اپنے ہاتھ سے قربان کرین اور جیسا اپنے
 نفس کے سوا کچھ باقی نہ رہ جائے تو اس متاع گراںمایہ کو قربانی کے میدان
 میں پیش کر دیں، آنکھوں نے سب سے پہلے اپنے راحت و آرام، وطن
 کی اطمینانی زندگی کو قربان کیا جس کے سلسلہ میں ان کو ہر طرح کی
 تکلیف برداشت کرنا پڑی۔

روز عاشور کی قربانیوں کے سلسلہ میں اپنے محبوب بنی اہحاب
 انصار، ساتھ کے کھیلے ہوئے احباب کو قربان کیا، عزیزوں کی
 باری آئی اور ایک ایک کر کے ان سب کو میدان قربانی میں بھیجا،
 اپنے اپنے بازو و فدا و بھائی قمر بنی ہاشم کو قربان کیا، اپنے پیلے
 جتنیجے اور داماد قاسم بن الحسن کو قربان کیا، اپنے دل کی قوت
 آنکھوں کی روشنی اور سپیری کے ہمارے علیؑ کو قربان کیا۔

باغ اُمید کی آخری کوئل، اور غنچہ ناشگفتہ علی صُمن کو خود اپنے ہاتھوں
 پر لاکر قربان کیا، ابھی تک دل کے ٹکڑوں کی قربانی ہو رہی تھی اب
 اعضائے بدن تک فوت ہو چکی، اُن کو ایک ایک کر کے قربان
 کیا۔ گوشت و پوست، سینہ و دست، دل و جگر، حیرہ و حبین
 بلکہ جسم کا جیہ جیہ اور اجزائے بدن کا ہر ذرہ قربان کیا۔ فوت
 یہ ہو چکی کہ تیردن کو جانہ ملتی اور دشمنوں کی تلواروں، نیزوں کو
 جستجو کے بعد بھی خالی مکان نظر نہ آتا تھا، جب جسم کا ہر حصہ اور
 دل کا ہر ٹکڑا قربان ہو چکا۔ صحابہ انصاریں بیت مین سے
 پہلے ہی کوئی باقی نہیں رہا تھا اعضائے جسم کی قربانی کا بھی مکان
 نہ رہا، ایک ایک نیزہ پر سیکڑ دن نیزے اور ایک ایک تلوار پر سیکڑ
 تلواریں چھپیں اور تیر بھی پناہ پورا حوصلہ نکال چکے، اب حسین کیلئے
 کوئی چارہ کار نہ تھا، کوئی قربانی کے قابل شے باقی نہیں رہی تھی
 صرف ایک شے حیات تھا جو روح و بدن کے زریعہ تھی شکستِ حنائی کے

باوجود قائم تھا اور ایک سرگردن کا ارتباط تھا جس میں اب تک
جدائی نہونی تھی۔

اس باہمت مظلوم کیلئے گذشتہ تمام قربانی کے مرحلوں کو طے کرنے
کے بعد اس ایک قربانی کا مرحلہ بالکل آسان تھا بلکہ اس میں خاص
لذت محسوس ہو رہی تھی جو عصر کے بچے بچے جیسے اس قربانی میں بھی
کا مایاب ہو گئے اور خوشخبر سے کچھ دیر راز و نیاز کے بعد ایک طرف نفس
کی آمد و شد کا سلسلہ اور نفس بدن کا ظاہری حلقہ اتصال قطع ہوا
اور دوسری طرف سرگردن کے ارتباط میں جدائی پیدا ہوئی۔
آسمان لاکھوں برس گزشتہ کرے زمانہ کے ورق گونا گون
خصوصیتوں کیساتھ سامنے آئیں اور اُلٹ جائیں لیکن اتنی
شاندار مکمل منظم اور مرتب قربانی کی مثال پیدا نہیں ہو سکتی۔



حسینؑ کی شہادت کے بعد

فاطمہؑ ہر اکاچا نہ غروب ہو چکا ہے اور دشمن اپنے مقصد میں ظاہر صریح ہو چکا
 کامیاب ہو چکے ہیں، اب کوڑہ و شام کے بازار میں اور بنی ہاشم کے گھرانے کی
 معزز خواتین اور بیرون پر کمر بلا میں شہید ہوئے والے مظاہر ہوں کے نصب
 ہیں، سطحی نظر سے دیکھنے والے اس منظر کو اہلبیت رسولؐ کیلئے سخت توہین و
 ذلت کا باعث سمجھ رہے ہوں گے لیکن اقلہ یہ کہ اس وقت حسینؑ کی تبلیغ
 فتہائے شباب کے پوری گئی ہے اور دعوت حق کا دائرہ وسیع وسیع تر
 ہو گیا ہے۔ اگر چشم حقیقت میں سے نظر کرو تو نیزہ پر حسینؑ جس کی
 پیشانی پر سجدہ معبود کا نشان پڑا ہوا ہے سیماء فی وجہم میں اثر
 السجود (چہرے نور ساطع ہے۔ ہونٹ تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں
 (محببت ان صحابہ لکھتے والے قسیم کا نفا میں ایاتنا عجبا)۔
 دوسری طرف مخرجات عصمت جہان نامہ کے مجمع میں چادر مقننہ کے محرم

نیکے بعد غیرت و حیا کا مجسمہ اخلاق محمدؐ کی تصویر، جاہ و جلال کی چادر و نین
 بھان، طہارت عفت کے اندر مہوس اور آن کے وہ حقائق و دقائق سر
 مما خطبے کا تھا تفرغ عن لسان ابیہار زریب گو یا علی بن ابیطالب
 کی زبان کچھ سا کلام کر رہی تھیں،

چیزیں وہ ہیں جنہوں نے صداقت کے پیکر میں روح پھونک دی، دنیا کی
 آنکھوں کے سامنے سوجھ بولت و ضلالت کے پردوں کو چاک کر کے پھینک دیا،
 عالم کو شرق سے لیکر غرب تک حسین بن علیؑ کا مہر تیرہ جوان اور زید کے فعال
 اقوال سے سبزا و متنفر کر دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آج عالم کے گوشہ گوشہ اور
 دنیا کے ہر حصہ میں حسینؑ کا نام ہر اور حجاز کا جنتی بادشاہ و درون فرا کے
 دلوں پر قیامت تک کے لئے حکومت کر رہا ہے اور نبیؐ کے جسوت و
 عزت کا چراغ ہمیشہ کیلئے اس طرح گل ہوا کہ کوئی نام لینے والا ہی نہیں ہے عالم
 دیکھ لیا کہ کون ظالم تھا اور کون مظلوم؟ ظلم کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور مظلومیت
 کی شان کیا ہے؟

علی نقیؑ لہقوی عفی عنہ (لکھنؤ)

نوی الحجۃ ۱۳۵۱ھ